اُردو میں تجارتی علوم کی اصطلاح سازی۔ایک جائزہ

Terminology of Commerce in Urdu, An Analysis

1. ڈاکٹر محمد رفیق، پروفیسر اردو، گورنمنٹ کالج آف مینیجمنٹ سائنسز، تالاش دیر لوئر،
محکمہ اعلیٰ تعلیم، خیبر پختون خوا، پاکستان۔

Abstract:

The article manipulates critical analysis of the terminology of commerce in Urdu. The terms such as commerce, trade, and business are used with the same meaning but they are various fields of economy. The terminology of commerce had been adopted into Urdu from English but the locums in Urdu are already available. Most of the terms are already accessible in Urdu yet they were translated and the original words were ignored. In our textbooks, major terms of commerce are ambiguous and baffling for students. This article traces back the historical background of Urdu terminology and emphasis the right word for the right term. Whereas translating from English into Urdu, the principles laid down by Waheed-ud-din Salim and the father of Urdu maulvi Abdul Haq be followed every time. According to him, where there is an alternative existing in Urdu, no English word or term should be used to replace it in commerce. The Jamia Usmania, Anjuman-n-Taraqi Urdu, and universities in Pakistan played a vital role in Urdu terminology for Economics. The principles laid down by Molvi Abdul Haq, Babai Urdu are still valid to be used for acquiring new Urdu terminologies.

یہ مقالہ تجارت کی اصطلاحات کا تنقیدی تجزیہ اردو میں پیش کرتا ہے۔ تجارت، تجارت، اور کاروبار جیسے الفاظ کو ایک ہی معنیٰ کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے لیکن وہ معیشت کے مختلف شعبے ہیں۔ تجارت کی اصطلاحات انگریزی سے اردو میں اپنالی گئی ہیں لیکن اردو میں مترادفات پہلے ہی موجود ہیں۔ بیشتر الفاظ پہلے ہی اردو میں دستیاب ہیں، لیکن ان کا ترجمہ کیا گیا اور اصل الفاظ کو نظر انداز کر دیا گیا۔ ہماری نصابی کتب میں تجارت کی اہم اصطلاحات طلباء کے لیے مبہم اور سمجھ سے بالاتر ہیں۔ یہ مقالہ اردو اصطلاحات کے تاریخی پس منظر کا پتہ لگاتا ہے اور درست اصطلاح کے لیے صحیح لفظ پر زور دیتا ہے۔ جبکہ انگریزی سے اردو میں ترجمہ کرتے ہوئے، وحید الدین سلیم اور بابائے اُردو مولوی عبد الحق کے وضع کردہ اصولوں پر ہر وقت عمل کیا جائے۔ اُن کے مطابق جہاں اردو میں کوئی متبادل موجود ہو، وہاں تجارت کی اصطلاح کے لیے کسی انگریزی لفظ یا اصطلاح کا استعمال نہ کیا جائے۔ جامعہ عثمانیہ، انجمن ترقی اردو، اور پاکستان کی جامعات نے اقتصادیات کے لیے اردو اصطلاحات میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ مولوی عبد الحق، بابا اردو کے وضع کردہ اصول آج بھی نئی اردو اصطلاحات بنانے کے لیے مفید ہیں۔

Commerce (تجارت), Trade (لین دین، سوداگری), Business(کاروبار), Terminology(اصطلاح سازی), Organization(تنظیم), Management(انتظام کاری), Auditing(جانچ پڑتال), Accounting(حساب کاری),Banking(بینکاری), Bankruptcy (دیوالیہ پن), Administration (انتظامیہ) and Finance (مالیات)

تاریخی تناظر:

عالمی تناظر میں تجارتی علوم کا جائزہ لینے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ علومِ متداولہ میں، تجارتی اور تنظیمی علوم کی علمی تاریخ جدید ہے۔ علمِ معاش کے ان نئے شعبہ جات اقتصادیات کے پھیلتے ہوئے علمی پس منظر میں سامنے آئے ہیں اور ان کی بنیاد پر ہی موجودہ دور کو معاش مبنی بر علم (Knowledge Based Economy) کا دورِ جدید قرار دیا جاتا ہے کیونکہ آج قوت کا محور تیغ و تفنگ سے تبدیل ہو کر فی کس آمدنی کے تصوّر پر اُستوار ہو چکا ہے اور طاقت کا سرچشمہ مضبوط اقتصادیات کو قرار دیا جارہا ہے لیکن اسلامی دُنیا اقتصاد کی مضبوطی کی تگاپو میں خاصی پیچھے رہ گئی ہے۔

یہ تاریخی حقیقت بھی ناقابلِ انکار ہے کہ ازمنۂ وسطی میں مسلمانوں نے ہی زمانۂ قدیم کے استحصالی معاشی نظام ہائے کے مقابلے میں فلاحی تصوّرِ تجارت سے دُنیا کو واقف کرایا تھا اور بنیادی اقتصادی نظام کی توضیح اور تشریح کی تھی۔ نظام ہائے زکواۃ اور اوقاف سے لے کر نظامِ تجارت کے حلال اور جائز تصورات کو پوری دُنیا کی راہنمائی کے لئے پھیلانے کا فریضہ بھی انجام دیا تھا۔ اسلامی فلسفۂ معاش کے تمام تصوّرات اور اصطلاحات قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ سے اخذ کرکے ایک علمی او تحقیقی ذریعہ بنانے کا کارنامہ مسلمانوں نے ہی سر انجام دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جزیرۂ عرب، عراق، شام، ایران، مصر، اندلس، لیبیا، ترکی، وسطی ایشیا اور ہندوستان میں اسلامی نظامِ معیشت کے نظریات اور تصورات فروغ پا گئے۔ مسلمانوں نے علومِ اسلامی کے ساتھ ساتھ سائنسی، سماجی، معاشی اور تاریخی علوم کی نصاب بندی کرنے، اور ان کے بنیادی نظریات کو بھی تحقیق اور تدریس کے شعبہ جات میں شامل کرنے کا آغاز کیا تھا۔ اسلام تجارت کو عبادت اور فلاح کا درجہ دے کر اسے انسانی خوشحالی اور بہبود کا موثرین ذریعہ قرار دیتا ہے۔۔ اسلام تجارت، لین دین، کاروبار، انتظام کاری، تنظیم سازی اور نظارت کاری کے تمام شعبہ جات میں ایسے اُصول وضوابط کو لاگو کرتا ہے جو صرف انسانی فلاح و بہبود کے لیے کار آمد ہو اور ہر جگہ مستند مانے جاتے ہیں۔ پس اسلامی اقتصادیات کا کلچر اس بنیاد پر ہر طرح کے استحصالی شکنجوں اور حربوں سے منزہ ہے کہ اسلام ارتکازِ دولت، منجمد سرمایہ، مارگنج کے تصور برائے ملکیت اور دیگر استحصالی تصوّرات کی حوصلہ شکنی کرتا ہے۔ نتیجتاً دیگر اسلامی سماج معاشروں کے مقابلے میں زیادہ خوشحال رہتا ہے۔

اسلامی فلسفۂ اقتصادیات میں تجارت (بیع) کو حلال اور سود (ربا) کو حرام قرار دیا گیا ہے اور تصوراتِ تجارت اور لین دین میں تمام جائز اور غیر استحصالی عاملینِ پیدائش کے تصورات پر قائم ہے۔ اگرچہ مذکورا نظامِ اقتصاد کی تاریخ نزول وحی کے ساتھ شروع ہوئی ہے تاہم مسلمان علماء وفقہاء نے مرورِ ایام کے ساتھ تحقیق جاری رکھی اور نتیجتاً آٹھویں اور بارہویں صدی عیسوی کے درمیانی عرصے میں متعدد نئے تصورات اور اصطلاحات نے فروغ دیا جن میں پیداوار، صرف، سرمایہ کاری، مالیات، محاصل، وراثت اور املاک کے تصورات خاصے اہم ہیں۔ اس دوران حوالہ، اوقاف، تجارتی معاہدات کے طریق کار، مفوضہ (بلوں کا تبادلہ) اور نفع ونقصان پر سیر حاصل بحثیں کرنا مسلمانوں ہی کا کام سمجھا جاتا ہے۔ دُنیائے اسلام کا پہلا معیشت دان حضرت امام ابویوسفؒ کو قرار دیا جاتا ہے، جنہوں نے معاشیاتِ اسلام کے لیے باقاعدہ طور تصورات اور اصطلاحات کا ایک مربوط نظام وضع کر لیا تھا اور محصولات کے حصول کے جائز طریقِ کار اور اُن کا معاشرے کی فلاح و بہبود کے صرف کے لیے پہلی بار مربوط اور جامع حکمت عملی مرتب کر لی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ نظامِ محصولات پر اُن کی کتاب ''کتاب الاخراج'' آج بھی اسی موضوع پر کلاسیک کا درجہ رکھتی ہے۔ بعد ازاں، حضرت ابوعبید القاسم بن سلام نے سرکاری مالیات کے حصول اور صرف پر ایک تحقیقی کتاب لکھی جس کا نام ''کتاب الاحوال'' ہے جس میں انہوں نے یہی دو (۲) صدیوں کے دوران محصولات کا درست ریکارڈ تشریح اور توضیح کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے۔ یہ کتاب اسلامی ریاست کے امورِ خزانہ اور قومی دولت کے خرچ کے موضوع پر سیر حاصل کی حیثیت رکھتی ہے۔ علاوہ ازیں، الفارابی، ابن سینا، امام غزالی، طوسی اور ابن خلدون وغیرہ قومی دولت کے خرچ کرنے، کارخانے بنانے، محنت و سرمایہ، مالیات، محصولات، طلب و رسد، اور منڈیوں کے بارے میں بنیادی نظریات پیش کئے جو آج بھی قدیم زمانے کی طرح اہمیت رکھتے ہیں۔

اس کے برعکس، مغربی دُنیا میں تجارت اور اُس کے علوم کا آغاز "بینک" کے تصور سے ہوتا ہے۔ دُنیا کا پہلا بینک اٹلی کے یہودیوں نے ۱۴۷۲ء میں Giovani Motici کے نام سے اٹلی میں قائم کیا تھا جس کا مقصد سودی لین دین کو فروغ دینا تھا۔ پروفیسر خادم حسین نے بینکاری کے آغاز کے حوالے سے لکھا ہے:

"بعض ماہرین کے خیال کے مطابق بینک کا لفظ اطالوی زبان کے الفاظ بنکس Bancus یا بینکو Banko سے ماخوذ ہے ان مختلف الفاظ کے معنی بینچ کے ہیں۔ بینکرپٹ Bankrupt اور بروک Broke کے الفاظ بھی اطالوی زبان کے الفاظ بنکا Banka اور روٹا Rotta سے اخذ کئے گئے ہیں۔ قدیم زمانہ میں اٹلی کے یہودی سوداگر زر کا لین دین کرنے کے لے بینچ استعمال کرتے تھے جب کسی سوداگر کو کاروبار میں نقصان ہوتا تو وہ اپنے واجبات ادا نہ کر سکتا تھا تو قرض خواہ اس کا بینچ توڑ دیتے گویا یہ سوداگر دیوالیہ ہو گیا۔ آج کل بھی بینک جب دیوالیہ یا فیل ہو جتا ہے تو اسے بنکرپٹ Bankrupt کہا جاتا ہے۔"(۱)

مغرب کے فلسفۂ اقتصاد کی بنیادی محرک سود کا کاروبار ہے اور بینک اسی کاروبار کا پہلا ادارہ ہے، جو اس نے پہلی بار قائم کیا تھا، شاید یہی وجہ ہے کہ جدید تجارت، کاروبار اور لین دین غرض تمام معاشی سرگرمیوں کے نظریات اور اصطلاحات سودی کاروبار کے تناظر میں وجود میں آئے ہیں۔ ناجائز مُنفعت کاری اور نفع خوری سودی کاروبار کا ضامن ہوتی ہے جس کی تکمیل کے لیے بینکاری کا پورا نظام اب وجود میں آ چکا ہے۔ جب تجارت کا عالمی اختیار اہلِ یورپ کے پاس منتقل ہوا تو انہوں نے صرف نفع کمانے کے لیے سود سمیت تمام استحصالی حربوں کو اُصولِ تجارت اور سوداگری کی حکمت عملی میں شامل کر دیا۔ دولت کی گردش کے تصوّرات ارتکازِ دولت میں بدل گئے۔ سرمایہ اور دولت معاشرے کے افراد کے تصرّف سے نکل کر فردیاتی یا ذاتی حدود میں مقید ہو گئے جس نے اگے چل کر سرمایہ دارانہ نظا جنم دیا۔ زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کرنے کی خاطر تجارت مین ملاوٹ، بے ایمانی، جعلسازی، ذخیرہ اندوزی، اشتہار بازی، اجارہ داری اور افراطِ زر کے نظریات کو فروغ دینے سے تجارت نے استبدادی پیشہ کی شکل اختیار کر لی ہے۔ تجارت کے ان غیر متوازن نظریات کیبدیہیصورت نمودار ہوئی کہ مزدور اور صنعتکار کے درمیان ایک مستقل آویزش نے جنم لیا اور ردّ عمل کے طور پر اشتراکیت یا اشتمالیت کا نظریہ وجود میں آیا۔ سرمایہ داری اور اشتراکیت دونوں کے موجد یہود اور ہنود ہیں۔ ہوسِ زر کی خاطر انہوں نے سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد پہلے سے رکھی تھی اور بعد میں نے اشتراکیت کے موجد بن بیٹھے، اس لیے دونوں نظام ہائے دو معاشی انتہائیں ہونے کے ساتھ ساتھ استحصال پر مبنی ہیں۔ سو، پوری دُنیا کی معیشتبھی دونوں منتہاوؤں میں بٹ کر رہ گئی ہے۔ نیز جب سیاست نے سرمایہ داری اور اشتراکیت کے ساتھ مل کر دنیا کے کئی ملکوں میں معاشی عدم استحکام پیدا کیا تو پوری دُنیا کی معیشت کا ڈھانچہ سود در سود کے منحوس دائرے میں قید ہو کر رہ گیا اور ہل من مزید کی صدائیں تمام معاشی نظریات اور اقتصادی علوم وفنون کی اساس بن گئیں۔ بالآخر آج پوری دُنیا کی معیشت سود کے پھندے میں پھنس کر رہ گئی ہے۔

تاریخی حوالے سے اگر دیکھا جاے تو اداراجاتی سطح پر علوم تجارت کے اداروں میں ۱۸۱۹ء (پیرس)، ۱۸۵۷ء (آسٹریا)، ۱۹۰۰ (امریکہ) اور ۱۹۰۲ء کو (برطانیہ) میں بزنس سکول قائم کئے گئے تھے جبکہ ہندوستان میں ۱۸۸۶ء کو مدراس اور ۱۸۹۶ء کو کلکتہ تجارتی علوم کے ادارے وجود میں آئے اور ۱۹۱۳ء میں یونیورسٹی کی سطح پر تجارت کی ڈگری کا اجرا ہوا۔ بینکاری کے ادارے کا قیام ۱۹۳۷ء کو عمل میں لایا گیا۔ ہندوستان میں ان اداروں کے روحِ رواں یا تو انگریز تھے یا ہندوں۔ آخر الذکر نے ہندوستان میں سودی کاروبار کو نہ صرف فروغ دیا بلکہ سود کی تعلیم کو پھیلانے میں کوئی کسر بھی نہیں چھوڑی۔ جدید دنیا میں اقتصادیات، کاروبار، تجارت، حساب داری، جانچ کاری، تنظیم کاری، تنظیم سازی، انتظام کاری، نظارت کاری، نظام محصولات، بینک اور منڈی کے تمام تصورات اور اصطلاحات مغرب کی مرہونِ منت ہیں۔ جدید ہونے کے ناطے ان اصطلاحات کے منابع بھی وہ معاشی نظریات ہیں جن کا محور بھی سود ہے۔ ان اصطلاحات کو فرانسیسی، جرمن، اطالوی، لاطینی اور انگریزی زبانوں سے ماخوذ کیا گیا ہے جو اردو کے لیے جدید ہونے کے ساتھ نامانوس بھی ہیں۔

اس کے برخلاف اہلِ اسلام میں قرونِ اُخریٰ سے لے کر یورپ اور امریکہ کے عروج تک تجارتی علوم وفنون کی طرف التفات نہ رہا اور سودی کاروبار کی روز افزوں ترقی کے ساتھ اسلامی تجارتی اُصول پس منظر میں چلے گئے اور تجارتی علوم وفنون کے ساتھ بھی یہی حال رہا۔ ہندستان میں اگرچہ اس کمی کو محسوس کرتے ہوئے مسلم علی گڑھ

ئونیورسٹی اور جامعہ عثمانیہ میں علم اقتصادیات کا اجراء کیا گیا لیکن ہندوؤں کے مقابلے میں یہ کاوشیں دیر سے کی گئیں اور صرف شمالی ہندوستان میں ھیلے کالج آف کامرس لاہور ۱۹۲۷ء میں قائم کیا گیا جس کے بعد کوئی دوسرا موثر ادارہ نہ بن سکا۔ بینکاری کے شعبے میں ۱۹۴۳ء کو حبیب بینک قائم ہوا مگر بینک دولت آف پاکستان کے قیام تک کوئی دوسرا بینک وجود میں نہ آسکا۔ ۱۹۵۵ء میں انسٹی ٹیوٹ آف بزنس ایڈمنسٹریشن جامعہ کراچی میں قائم کیا گیا جس میں جامعہ عثمانیہ کی اصطلاح سازی برائے پیشہ وراں سے بھر پور استفادہ کیا گیا۔ مزید بینکوں اور مالیاتی اداروں کے قیام سے علوم تجارت کی اہمیت بڑھتی گئی اور ۱۹۶۲ء میں جامعہ پشاور میں قائداعظم کالج آف کامرس بھی قائم ہوا۔ غرض یہ کہ کامرس کی تعلیم اور مروج علوم میں جدید ترین ہے جس کی پوری تاریخ تین صدیوں سے زیادہ نہیں ہے۔ ہم نے قیام پاکستان کے فوراً بعد اس شعبے کی طرف کماحقہٗ توجہ نہیں دی، یہاں تک کہ کامرس ایک جدید ترین شعبۂ علم مالیات ہونے کے باوجود نظر انداز کیا گیا۔ مگر ہمارے ملک میں بالخصوص اور اسلامی دُنیا میں بالعموم اس کی طرف کماحقہٗتوجہ نہیں دی جاتی۔ اگر آزادی کے فوراً بعد اسی شعبے کی طرف توجہ دی جاتی تو آج ہم اسی میدان میں بھی بہت آگے ہوتے اور ہماری معیشت بھی مضبوط ہو چکی ہوتی۔ اگر چہ پوری دُنیا میں تجارتی اور سوداگری کا مرکزی ادارہ بینک ہوتا ہے تاہم ۱۹۸۰ء سے ہم نے اسلامی بینکاری کی طرف توجہ دے دی ہے لیکنجب کوئی باضابطہ مضمونشامل نصاب نہیں ہوتاتب تک کوئی علمیاصطلاح پیدا نہیں ہو سکتی۔

تجارتی علوم کی اصطلاح سازی کا آغاز ہندوستان میں جزوی طور پر ایسٹ انڈیا کمپنی کے کارندوں اور ہندوستانیوں کے مابین مالیاتی لین دین، خرید وفروخت، بندر گاہوں پر ترسیل خام مواد اور خام مال کی برآمدگی کے لیے قائم بحری اڈوں پر موجود ملازمین اور مزدوروں کی باہمی گفتگو سے ہوا تھا۔ تجارت دو افراد میں ہو کہ دو ممالک میں، جب تجارت کرنے والی کمپنی اُس ملک کی زبان میں تجارت نہیں کرے گی تو حصولِ نفع ممکن نہ ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی اپنے ملازمین کو اردو زبان سیکھنے پر ۲۰ پونڈ اضافی ادا کرتی تھی۔ انگریزی، ولندیزی اور پرتگالی تجار اور مقامی افراد کے درمیان تجارتی زبان پورے ہندوستان میں رفتہ رفتہ پھیلتی چلی گئی۔ پس رّد و قبول اور تلاش و جستجو کے تحت کچھ نئی اصطلاحات پیدا ہوئیں اور کچھ مقامی اصطلاحات بھیعام ہوتی چلیگئیں۔ اگر تجارتی اصطلاح سازی کی تاریخی پر نظر ڈالی جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اس شعبۂ علم کی طرف کم توجہ دی گئی ہے۔ فورٹ ولیم کالج، سرسید احمد خان کی سائنٹفک سوسائٹی، مہاراجادارالترجمہ، دہلی کالج، دہلی ورنیکولرٹرانسلیشنسوسائٹی اور دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ کا میلان اصطلاح سازی لغات اور سماجی علوم کی طرف زیادہ قوی رہا۔ اس ضمن میں تخلیقی اصطلاح سازی کا عمل سُست اور محض ترجمہ کاری کے سہارے آگے بڑھتا رہا۔ ترجمہ کاری اور اصطلاح سازی دراصل لسانیات کے دو شعبہ جات ہیں یہی وجہ ہے کہ اُردو میں تجارت کی بہت سی اصطلاحیں ترجمہ شدہ ہونے کی وجہ آج بھی مبہم اور ذو معنی قرار دی جاتی ہیں۔ یہی صورتحال کامرس اور تجارتی علوم میں دوسرے علوم وفنون کے مقابلے میں اس لیے زیادہ ہے کہ تجارتی اصطلاحات ثقیل اور ادق ہیں۔ ڈاکٹر مولوی عبدالحق نے اسی مشکل کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

> ”جب سے ہم نے اپنی صنعت و حرفت کی طرف سے بے رُخی کی، ہم اپنے لفظ بھی بھول گئے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زبان کی جگہ بھدے اور ثقیل الفاظ نے لے لی۔“(۲)

الفاظ کی یہی ثقالت اصطلاح سازی کی راہ میں سب سے بڑی رُکاوٹ ہے کیونکہ پیشہ ورانہ اصطلاحات کا استعمال پیشہ وروں کے درمیان ابلاغ کا اہم ترین ذریعہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر مولوی عبدالحق اور مولوی محمد ظفر الرحمان دہلوی دونوں نے پیشہ ورانہ اصطلاحات سازی کے دوران مختلف پیشہ وروں کے ساتھ بیٹھ کر اصطلاحات اکھٹی کرتے رہے اور اُن کے مشورے سے اس کام کو آگے بڑھایا۔ انہوں نے پیشہ ورانہ اصطلاحات کو آٹھ جلدوں میں جمع کیا اور جو ۱۹۴۴ء تک تواتر سے شائع ہوتی رہی ہیں۔

علامہ اقبال کی کتاب ”علم الاقتصاد“ تجارتی علوم کی تاریخ میں بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ اُردو میں اسے اقتصادیات کی اصطلاح سازی کی اہم ترین نثری کاوش ہے۔ اگر چہ علم الاقتصاد کی تمام اصطلاحیں علم معاشیات کی تفہیم کے لیے استعمال ہوئی ہیں مگر آگے چل کر یہ تمام اصطلاحات کامرس، کاروبار، حساب کاری، انتظام کاری اور سوداگری کے شعبوں میں نفوذ کر گئی ہیں۔ علامہ اقبال نے پہلی بار جن اقتصادی اصطلاحات کو استعمال کیا ہے وہ آسان، موثر اور قابل فہم ہونے کی وجہ سے کلاسیک کا درجہ اختیار کر گئی ہیں۔ علم

الاقتصاد ۱۹۰۴ء میں شائع ہوئی تھی، جس کی اصطلاحات آنے والے دَور کے اصطلاح سازوں کے لیے راہنمائی کا ذریعہ بنتی گئیں۔ علم الاقتصاد کے کل پانچ ابواب ہیں۔ پہلے باب میں علم الاقتصاد کی ماہیت اور اس کے تحقیقی طریقہ کار پر بحث کی گئی ہے۔ دوسرے میں پیدائش دولت، زمین، محنت، سرمایہ، دولت حاصل کرنے کی صلاحیت سے متعلق بحثیں ملتی ہیں۔ تیسرا باب تبادلہ ٔدولت، مسئلہ قدر، تجارت بین الاقوام، علم الاقتصاد، نقد کی ماہیت اور اس کی قدر، حق الضرب، زرِکاغذی، اعتبار کی ماہیت و مقاصد اور اشیاء کی قیمتوں پر اس کے اثرات پر بحث کرتا ہے۔ جبکہ چوتھے باب میں لگان، ساہوکار کا حصّہ یا سود، مالک کا حصہ یا منافع، محنتی کا حصہ یا اُجرت اور مقابلہ ناکامل دستکاروں پر اثرات کا احاطہ کرتا ہے اور ساتھ ہی سرکار کا حصہ یا مال گزاری پر بحث کی گئی ہے۔ آخری باب میں آبادی، وجہ معیشت، جدید ضروریات اور صرفِ دولت کو موضوعِ بحث بنایا گیا ہے۔ اگر ان اصطلاحات کا بغور جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ صرف اقتصادیات کی تدریس کے لیے کار آمد نہیں ہیں بلکہ علوم تجارت کے تمام شعبہ ہائے جات میں بنیادی اہمیت کی حامل نظر آتی ہیں۔ ڈاکٹر عطش دُرانی نے علامہ اقبال کی اصطلاحات کے اہمیت کو واضح کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ”علامہ اقبال کے بعض وضع کردہ معاشیات کی اصطلاحیں آج بھی مستعمل ہیں مثلاً تقلیلِ افادہ(L.D.V) قومیانا(Nationalization) ساکھ، اعتبار(Credit) لاگتی قیمت(Cost Price) کی انفرادیت اور موزونیت کے لحاظ سے بھی زنی(Coinage)، تبادلۂ جنس(Barter) طلب کا لوچ / لچک پذیری(Elasticity of Demand) عُرفی قیمت(Face Value) سودِ کاذب(Gross Interest) معیارِ طلاء(Gold Standard)، صنعتیت (Industrialization) سُرعتِ انتقال(Velocity of Circulation) وغیرہ“(۳)

قیامِ پاکستان کے بعد تجارتی اصطلاحات پر کام بھی ضرورت ایجاد کی ماں ہے، کے مصداق آگے بڑھتا رہا۔ سرکاری اور غیر سرکاری اداروں اور شخصیات نے بینک، تجارت، محصولاتِ آمدن، محصولاتِ چونگی، انتظام کاری، امورِ مالیات اور انجمن سازی کی اصطلاحات کو اُردو میں منتقل کرنا شروع کیا اور رفتہ رفتہ جامعات پاکستان اور دیگر اداروں نے اس سلسلے کو آگے بڑھایا۔ صوبہ سرحد کی حکومت نے ۱۹۵۲ء تجارتی اصطلاحات کو جمع کر کے وفاقی حکومت کو بھیج دیا جن میں اہم مقامی اصطلاحات شامل تھیں اور وفاقی حکومت نے اضافے اور ترمیم کے ساتھ انھیں شائع کر دیا تھا۔ قابل قدر کاوشوں میں فرہنگ اصطلاحاتِ معاشیات، تجارت اور بینکاری (نومبر ۱۹۷۲ء) کراچی یونیورسٹی، اصطلاحاتِ معاشیات پنجاب یونیورسٹی ۱۹۶۶ء، اصطلاحاتِ بیمہ کاری از ڈاکٹر سہیل بخاری(۱۹۸۶)، فرہنگ اصطلاحاتِ معاشیات ترقی اُردو بیورو دہلی (۱۹۸۳ء) فرہنگ اصطلاحاتِ شماریات ۱۹۷۵ء مرتب علی عارف رضوی، انجمن ترقی اُردو کی فرہنگ اصطلاحاتِ علمیہ، انجمن ترقی اُردو کی صنعتی نفسیات (۱۹۷۳ء)، جامعۂ پنجاب کالُغت و اصطلاحاتِ معاشیات(۱۹۶۶ء)، انجمن ترقی اُردو کی لُغاتِ اصطلاحات(۱۹۵۵ء)، اشتہارات از ایس ایم معین قریشی(۱۹۸۷ء)، اصطلاحاتِ کسٹم از حسین احمد شیرازی(۱۹۸۸ء) اور فرہنگِ اصطلاحاتِ جامعہ عثمانیہ از ڈاکٹر جمیل جالبی(۱۹۹۱ء) قابل ذکر ہیں۔ اگر اقتصادیات اور علومِ تجارت کی بعض انفرادی کاوشوں کا جائزہ لیا جائے تو ان میں جدید اصطلاحاتِ معاشیات از محمد اسلام(۱۹۷۶ء) اور قدر اور سرمایہ مترجم عظمت اللہ(۱۹۷۵ء) وغیرہ اہمیت رکھتی ہیں۔

مجموعی لحاظ سے علومِ تجارت کی اصطلاح سازی کے سرمائے میں لُغات اور اشاروں کی مجموعی تعداد ۳۴ تک پہنچ رہی ہے، جس سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اُردو اصطلاح سازی کا رجحان کامرس اور تجارت کی طرف ہونے جارہا ہے۔ اِس سفر میں جامعۂ عثمانیہ، جامعۂ کراچی اور جامعۂ پنجاب کی روایات شامل حال رہی ہیں مگر اس حقیقت کے باوصف علوم تجارت اور انتظام کاری کی درسی کُتب میں اب بھی بہت سی اصطلاحات کو درستی کے ساتھ استعمال نہیں کیا جارہا ہے جو طلبا اور اساتذہ کے لیے برابر ابہام پیدا کر رہی ہیں۔ خیبر پختون خوا کامرس اور تجارتی علوم کے نصاب میں جن تجارتی ااصطلاحات کو استعمال کی جاتی ہیں وہ بھی مبہم اور گنجلک ہیں اور ان کے اُردو متبادلات بھی مستعمل نہیں ۔ طوالت سے بچنے کے واسطے چند ایک اصطلاحات کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

i. تجارت Commerce

ii. کاروبار Business

iii. سوداگری Trade
iv. بینکاری Banking
v. حساب کاری Accounting
vi. مالیات Finance
vii. جانچ کاری Auditing
viii. انتظام کاری Management
ix. محصولیات Taxes
x. چونگیات Customs

ا: تجارت(Commerce): یہ علم اقتصاد کی مشہور ترین اصطلاح ہے جو مشرقی زبانوں میں تجارت کے مترادف ہے۔کامرس اور تجارت سے مراد وہ تمام عوامل ہیں جن کی مدد سے اشیا کارخانوں سے صارفین تک پہنچ جاتی ہیں۔ مختصراً یہ کامرس یا تجارت کاروبارBusiness کی ایک شاخ ہے۔ لغوی اعتبار سے کامرس کی اصطلاح لفظCommence سے ماخوذ ہے۔ جس کے معانی ہیں پہلی بار آغاز یا شروع کرنا۔ فرانسیسی میں لفظCommencier کا مطلب ہوتا ہے پہلی بار شروع کرنا۔ اور قریب قریب اطالوی لفظComencier کا بھی یہی مفہوم ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کاروبار یا تجارت کو پہلی بار شروع کرنے کے لیے یہ اصطلاح وضع کی گئی تھی مگر آگے چل کر کاروبار یاBusiness کی اصطلاح کے وجود میں آنے کے بعد کامرس یا تجارت اور کاروبار میں زمین و آسمان کا فرق نظر آنے لگا۔ دورِ حاضر میں کامرس کا مفہوم محدوداتِ تجارت تک رہ گیا ہے جبکہ کاروبار یا بزنس ایک وسیع مفہوم کی حامل اصطلاح بن گئی ہے۔ پروفیسر خادم حسین صاحب اپنی تدریسی کتابوں برائے ڈی کام / ڈی بی اے، اُصولِ تجارت ڈی کام پارٹ I ار اُصولِ تجارت و مینیجمنٹ برائے ڈی کام / ڈی بی اے I میں کامرس، کاروبار اور تجارت کی اصطلاحات کی وضاحت کرتے ہوئے جن خیالات کا اظہار کیا ہے اُن کا الگ الگ جائزہ لینا ضروری معلوم ہتاہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ

> ’’کاروبار اُن سارے افعال پر محیط ہے جس میں فردِ واحد یا افراد مل جُل کر اشیاء اور خدمات کی پیداوار اور فروخت میں، آمدنی حاصل کرنے کے لیے حصّہ لیتے ہیں‘‘(۴)۔

> ’’کامرس اُن معاشی مشاغل کا مجموعہ ہے جو مال کی پیدائش، مال کی تقسیم اور منتقلی کے لیے پیداکار اور صارف کے درمیان رابطہ کرنے میں مدد دیتے ہیں‘‘۔(۵)

> ’’تجارت کے لفظی معانی اشیاء کے تبادلہ کے ہیں لیکن کامرس میں تجارت سے مراد کارخانہ دار اور گاہک کے درمیان اشیاء کا تبادلہ ہے‘‘۔(۶)

کامرس اور تجارت میں فرق بتاتے ہوئے لکھا ہے،

> ’’عام طور پر کامرس اور تجارت کا ایک ہی مفہوم لیا جاتا ہے لیکن دونوں میں بہت زیادہ فرق ہے‘‘(۷)

واضح رہے کہ پروفیسر موصوف کامرس کی اصطلاح ہو بہو اُردو میں استعمال کرتے ہیں جبکہ Trade کا ترجمہ تجارت کرتے ہیں۔ حالانکہ کارُوبار یا بزنس، ٹریڈ اور کامرس تینوں اصطلاحات مغرب سے آئی ہیں۔ اور اُردو میں ترجمہ شدہ الفاظ اصطلاحی ضروریات کو پورا نہیں کرسکتے۔ پس ٹریڈ اور تجارت کی اصطلاحات کو ایک ہی مفہوم کے تحت استعمال کرنا درست نہیں ہے۔

۲۔ کارُوبار Business:

بزنس کی اصطلاح قدیم انگریزی لفظ Bisignes سے نکلی ہے جس کا لغوی مطلب پرورش، خیال رکھنا اور پیشہ ہے۔ بعد ازاں، یہ لفظ مصروف رہنے کے لیے اس طرح استعمال ہونے لگا کہ جب کوئی شخص روزی کمانے کے لیے کوئی مصروفیت یا پیشہ اختیار کرتا ہے تو اُسے Busyness کہتے تھے۔ ۱۵۹۰ء مین اس لفظ کے مفہوم میں سوداگری، لین دین، تجارتی اور کاروباری تصوّرات شامل داخل ہوگئے اور ۱۸۵۶ء کے بعد یہ اصطلاح اُن تجارتی سرگرمیوں کے لیے استعمال ہونے لگی جن کا مقصد دو ۲ یا دو ۲ سے زیادہ افراد کا اکھٹے ہو کر کاروباری طریقہ کار کا ارادہ کرنا تھا۔ جدید تجارتی علوم میں بزنس سے مراد وہ تنظیم ہے جو اشیا کی پیداوار اور فروخت کے لیے خدمات سرانجام دیتی ہے۔ یعنی کاروبار صنعت و حرفت، تجارت، لین دین اور خدمات کو منظم کرتا ہے۔ یہ عمل انفرادی بھی ہوتا ہے اور دو ۲ یا دو ۲ سے زیادہ افراد کی باہمی کاوش بھی۔ کاروبار اُن تمام قانونی سرگرمیوں کو منظّم کرنے کا نام ہے جن سے نفع بھی مقصود ہوتا ہے اور ضرورت بھی پوری ہوتی ہے۔ انگریزی کی اصطلاح Business ایک وسیع مفہوم کی حامل ہے جس میں کامرس، ٹریڈ مینیجمنٹ اور ایڈمنسٹریشن جیسی ساری تنظیمی اصطلاحات شامل ہوتی ہیں۔ چونکہ پروفیسر موصوف نے کاروبار کو صرف منافع کمانے تک محدود کر دیا ہے لہٰذا کاروبار، معاشیات، تجارت اور کامرس میں خطِ امتیاز کھینچنا مشکل ہو جاتا ہے۔ کاروبار ایک تنظیم سازی ہے نہ کہ صرف منافع خوری۔ مذکورہ بالا درسی کتب برائے ڈی کام / ڈی بی اے میں کاروبار کی اصطلاح بھی منافع کمانے کے لیے استعمال ہوئی ہے اور کامرس و تجارت کی اصطلاحیں بھی پروفیسر موصوف نے کاروبار کو بھی منافع کمانے والے افعال قرار دیا ہے جبکہ کامرس کو بھی معاشی مشاغل کا مجموعہ قرار دیتے ہیں، اور ٹریڈ کو بھی نقدِ زر کے حصول کے لیے تبادلہ ٔ اشیا بتاتے ہیں۔ سو طلبا کے لیے تینوں اصطلاحات میں فرق کرنا خاصا مشکل ہو جاتا ہے۔ در حقیقت، ابہام کی صورت تجارت اور ٹریڈ کو ایک ہی مفہوم میں استعمال کرنے سے پیدا ہوئی ہے۔

جدید علوم تجارت میں **کامرس** سے مراد بڑے پیمانے پر اشیا کی خرید و فروخت بذریعہ ذرائع آمدورفت، مقاماتِ مختلفہ کا نظام ہے۔ گویا کامرس، کاروبار کی ایک شاخ ہے اور اس سے مطلب، وہ بالواسطہ اور بلاواسطہ وہ سرگرمیاں ہیں جو تبادلہ ٔ اشیا کو سہل بناتی ہیں۔ لیکن مذکورہ بالا نصاب میں پیداکار اور صارف تک اشیا کا انتقال کے عوامل ہیں، جن کے دو شعبے ہیں تجارت اور معاونینِ تجارت۔ اسی تناظر میں کامرس بھی اشیاء کے تبادلے کا نام ہے اور تجارت بھی۔ لہٰذا کامرس اور تجارت کی اصطلاحیں الگ الگ ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ کامرس کے لیے اُردو کی درست اصطلاح تجارت ہو گی کیونکہ اشیاء کا تبادلہ علم نہیں ایک فعل ہے۔ جدید دور میں کامرس ایک علم کا نام ہے نہ کہ ایک فعل کا۔

علوم تجارت میں Trade **قدیم انگریزی لفظ** Trada اور جرمن لفظ Trado سے لیا گیا ہے۔ جس کے لغوی معانی چودہ صدی عیسوی سے لے کر ۱۵۵۰ء تک راہ، راستہ اور عمل کا راستہ لئے جاتے تھے۔ مگر مرورِ ایام کے ساتھ سوداگروں اور تجاّر نے اسی لفظ تبادلہ ٔ اجناس یا جنس برائے جنس کے لیے استعمال کیا۔ دورِ جدید میں لفظ Trade سے مراد خرید و فروخت یا تبادلہ ٔ اشیا کا عمل قرار دیا جاتا ہے۔ اجناس یا اشیا کے تبادلے کا عمل لوگوں اور اقوام کے درمیان زمانہ قدیم سے موجود رہا ہے مگر وقت کے ساتھ تبادلہ ٔ اشیا کا عمل لین دین اور سوداگری کا روپ دھارتا چلا گیا۔ سو، اب اشیا کا تبادلہ برائے حصولِ زر ہوتا ہے۔ اس لیے Trade سے مراد اجناس کا تبادلہ یا فروخت و خرید کا عمل حرف زر کو معیار یا پیمائش بنا کر سرانجام دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تبادلہ ٔ اجناس یا سوداگری ایک سماجی علم کے زمرے میں آتی ہے۔ پس، تجارت بہت سی مہارتوں اور ذہنی استعداد کا نام ہے اور ٹریڈ یا سوداگری ایک خالص عمل کا۔ اس لیے ٹریڈ کا ترجمہ "تجارت" کیا جاتا رہا ہے جو اصطلاحی تناظر میں درست ہے۔ ٹریڈ کی اصطلاح کا متبادل اُردو میں سوداگری یا لین دین موجود ہے۔ سوداگری کی اصطلاح سے Trade کا پورا مفہوم ادا ہو جاتا ہے۔ چونکہ عملی زندگی میں کاروباری حضرات بھی سوداگری کی اصطلاح Trade ہی کے متبادل کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور جو عملاً بھی لین دین کی دنیا میں رائج ہے اس لیے درسی کتب میں Trade کے لیے سوداگری کی اصطلاح کا استعمال ہونا ضروری ہے۔ علمِ لسانیات کی رُو سے ہر لفظ الگ الگ صورتحال کے لیے اشارے کا کام سرانجام دیتا ہے، لہٰذا دو (2) مترادف الفاظ کا کبھی بھی ایک مفہوم نہیں ہو سکتا۔ اُصولاً بھی دو اصطلاحات کا بھی ایک مفہوم لینا درست نہیں ہو سکتا۔ چونکہ بہت سے لوگ انگریزی اصطلاحات کا اُردو میں جوں کا توں ترجمہ کرتے آئے ہیں، اس کے نتیجے میں بسا اوقات اصطلاحات میں ایک ابہام کی صورت پیدا ہو جاتی ہے ڈاکٹر سلیم اختر نے اسی مشکل کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

”قیامِ پاکستان کے بعد دیگر علوم سے استفادہ اور تراجم کے ذریعے سے اصطلاح سازی کا عمل انفرادی سطح پر جاری رہا۔ کسی مترجم نے اصطلاح کا خود ساختہ ترجمہ کیا، تو کسی نے کسی انگریزی اصطلاح کا استعمال کیا۔ اُردو میں اصطلاح سازی سے وابستہ بیشتر مشکلات کا باعث یہی ہے کہ ہر اصطلاح کا ترجمہ کیا جاتا تھا“ (۸)

حاصل بحث یہ کہ ابہام کو دُور کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اُردو میں ایسی اصطلاحیں استعمال کی جائیں جن سے تجارتی عُلوم کے پورے مفاہیم ادا ہو سکیں۔ اگر **کامرس** کے لیے **تجارت**، **بزنس** کے لیے **کاروبار** اور **ٹریڈ** کے لیے **سوداگری یا لین دین** کی اصطلاحیں رائج کی جائیں تو پاکستانی طلبا کی جدید علوم تجارت تک صحیح رسائی ممکن ہو جائے گی۔

۳۔ بینکاری:(Banking) بینک معاشی، کاروباری اور تجارتی سرگرمیوں کا اہم ترین ادارہ ہوتا ہے اس لیے بینک کاری کی اصطلاحیں عوام اور خواص دونوں کے لیے بہت اہمیت کی حامل ہوتی ہیں۔ ہمارے ملک میں درسی کتُب اور ذرائع مواصلاتِ برق و حرف میں بینکاری کی بجائے banking کی اصلاح عمداً استعمال کی جارہی ہے حالانکہ اس کے لیے اردو میں بینکاری کی اصطلاح موجود ہے جو قابل فہم بھی ہے۔ جب اُردو میں کسی انگریزی اصلاح کا متبادل موجود تو جان بوجھ کر اس کے لیے انگریزی اصطلاح استعمال کرنا عام وخاص پر اچھے اثرات مرتب نہیں کرتا۔ اصطلاح سازی کے اس اہم ترین اُصول کے بارے میں مولوی وحید الدین سلیم لکھتے ہیں۔

”خدا کا شکر ہے کہ جامعۂ عثمانیہ دکن کی اس جنرل کمیٹی نے جن میں زبان اور صحیح مذاق لکھنے والے بزرگ شامل تھے، یہ اہم مسئلہ کثرت رائے سے طے کر دیا ہے کہ انگریزی زبان کی اصطلاحیں بجنسہ یا کسی تغیّر و تبدّل کو ساتھ اُردو میں نہ لی جائیں بلکہ انگریزیں علمی احطلاحات کے مقابلہ میں اُردو علمی اصطلاحات وضع کی جائیں۔ اس بنا اُن حضرات کو خیالات جو اصطلاح سازی کے مخالف ہیں، اب زیادہ قابل توجہ اور لایق بحث نہیں رہی ''(۹)

ہر زبان کا اپنا الگ مزاج ہوتا ہے جو اُس کے ماحول کا ثمر ہوتا ہے اس لیے کسی اجنبی زبان کو زبردستی اپنی زبان کے مزاج پر ٹھونس دینا، مادری زبان کا حُسن ختم کر سکتا ہے۔ چونکہ اُردو میں ایک خاص لوچ اور لچک موجود ہے اس لیے بعض انگریزی الفاظ اُردو کے مزاج پر گراں گُزرتے ہیں۔ بینکاری کے لیے بینکنگ کے طرز پر اسی شعبہ میں بہت سی ایسی اصطلاحیں مروج ہیں جن کا اُردو متبادل موجود ہیں۔ مثلاً لائسنس کے لیے اجازت نامہ، پراسپکٹس کے لیے پیش نامہ، ریلائزیشن کے لیے تصدیق، اونرشپ کے لیے ملکیت، ایکسچینج بینک کے لیے بینکِ مبادلہ، پبلک سیکٹر کے لیے دائرہ عامہ، رجسٹریشن کے لیے اندراج، شیڈولڈ بینک کے لیے، جدولی بینک Agent کے لیے نمائندہ، ایکونامیکل کے لیے باکفائت، کرنسی کے لیے زر، کلیرنگ ہاؤس کے لیے حساب گھر، کونورٹیلیبنی کے لیے بدل پذیری، مانیٹری پالیسی کے لیے زری حکمتِ عملی، ڈیپازٹر اکاونٹ کے لیے حساب دار، پرومزی نوٹس کے لیے اقرارے یا اقرار نامے، بینک اکاونٹ کے لیے کھاتہ، سٹیٹ بینک آف پاکستان کے لیے بینک دولت پاکستان، گراف کے لیے جدول، کنٹرولنگ پالیسی کے لیے حکمتِ نظارت کاری، ٹیبل کے لیے گوشوارہ، کرنٹ اکاونٹ کے لیے چلت کھاتہ، سیونگ اکاونٹ کے لیے بچت کھاتہ وغیرہ جیسے آسان اور عام فہم الفاظ یا مترادفات موجود ہیں تو اُن کے لیے خواہ مخواہ انگریزی کی ادق اصطلاحات استعمال کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ تاہم بعض انگریزی اصطلاحات جن کی اصل مغربی زبانوں سے پروان چڑھی ہے اُن کے لیے اُردو متبادل اصطلاحات وضع کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اِن میں ای۔کامرس، چیک، مینجر، بینک ڈرافٹ، انِ کارپوریشن، کمیشن، ڈائریکٹر، کنسوریشم بینک، بانڈ ڈیپازٹ سسٹم، آن لائن بینکینگ، ڈیبٹ کارڈ، کریڈٹ کارڈ، اے ٹی ایم، کوٹیشن، ٹینڈر، ڈاک، پوسٹل ارڈر، منی آرڈر اور ٹریڈیر چیک وغیرہ کو صرف رسم الخظ کی تبدیلی سے اُردو میں رائج کیا جا سکتا ہے۔

جہاں تک کامرس، کاروبار اور سوداگری کی اصطلاحات کا تعلق ہے تو ان سب کا محور و مرکز تجارت ہی کو گردانا جا سکتا ہے اور اُن کا عملی استعمال تجارتی اور سوداگری کے مراکز میں نظر آتا ہے۔ لیکن غلامانہ نفسیات سے مجبور ہو کر تعلیم یافتہ حضرات سوداگری کی بعض اصطلاحات کو انگریزی میں استعمال کرنے پر تُلے ہوئے ہیں۔ ان میں محصول کی جگہ ٹیکس، اجزائے محصولات کی Taxation، بالواسطہ اور بلاواسطہ محصولات کی جگہ In-direct& Direct Taxes، شئے محصول کے لیے Tax Object،

محصولِ متزائد کے لیے Tax progressive، محصول مداخل کی جگہ Tax Revenue، چونگی کے لیے Custom، جانچ پڑتال کے لیے Auditing، انجمن کے لیے Company، مالیات کے لیے Finance، تھوک کے لیے Wholesale، پرچون کے لیے Retailing، لداؤ پرچہ کے لیے Bill of landing، ہنڈیارا کے لیے Bill holder، بیچک اندراج کے لیے Bill of Entry، اشاریہ کے لیے Index، حاشیہ / مداخل کے لیے Indent، بھرائی کے لیے Packing، ہنڈی کے لیے Freight Notes، زرجہاز کے لی Ship Money، انجمن کارکن کے لیے Trade Union، بحری حکم کے لیے Shipping Order، بحری کرایہ دار کے لیے Charted Party، ایوان کے لیے Chamber، سٹہ باکے لیے Speculator، شکل کے لیے Diagram اور جدول کے لیے Graph کا استعمال کرنا محض انگریزی سے مرعوبیت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ ورنہ منڈیوں اور سوداگری کے مراکز میں استعمال اُردو اصطلاحات عام ہے۔ سوداگری سے متعلق یہ رائے بھی قابل غور ہے کہ اُردو میں انگریزی اصطلاحات انگریزوں کی آمد اور ہندوستان پر قبضہ کرنے کے بعد عام ہو گئی ہیں۔ لیکن یہ محل نظر ہے، اس لیے کہ انگریزوں کی آمد سے پہلے ہندوستان میں اندرونی اور بیرونی تجارتیں عام تھیں۔ یہاں فارسی، عربی، سنسکرت اور دیگر مقامی زبانوں کی اصطلاحیں موجود تھیں لیکن انگریزوں کی آمد کے بعد ہندوستان میں انگریزی سے اُردو میں ترجمے کی روایت قائم ہوئی اور یوں اصطلاح سازی میں تخلیق کا عنصر ترجمہ کاری میں تبدیل ہو کر رہ گیا۔

۴۔ انتظام کاری(Management):

علومِ تجارت میں کامرس یا تجارت کے بعد انتظام کاری کا شُعبہ جدید ترین ہونے کی وجہ سے بہت ترقی یافتہ ہے اور دنیا بھر میں انتظام کاری اور تجارت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ انتظام کاری کے تصورات اور نظریات ایک طرف تجارت، سوداگری، کاروبار اور دیگر حکومتی یا غیر حکومتی اداروں میں بہت اہمیت رکھتے ہیں تو دوسری طرف بین الاقوامی حوالے سے ضرورت کے حامل ہیں۔ پاکستان میں انتظام کاری کی تعلیم اعلیٰ درجوں تک دی جاتی ہے، اس لیے اس شعبے میں مستعمل اصطلاحات کا تجزیہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

لفظ، Management اطالوی لفظ، Maneggiare اور لاطینی لفظ، Monus سے ماخوذ ہیں۔ جن کے بالترتیب معانی قابو کرنے سنبھالنے اور ہاتھ میں لینے کے ہیں جس کی تاریخ تقریباً چھٹی صدی قبل از مسیح تک جاتی ہے۔ تاہم اس کا مفہوم ہاتھ کے اشارے سے گھوڑوں کی راہنمائی اور اُن کو قابو کرنے کے بھی لیے جاتے تھے۔ سولھویں صدی عیسوی کے وسط سے اس لفظ کا اصطلاحی مفہوم سامنے آیا جس کے مطابق لوگوں کو اُن کے مقاصد کی تکمیل یا حصول تک راہنمائی کرنا ٹھہر گیا یا چیزوں کو ترتیب اور سلیقے سے استعمال کرنا سمجھا گیا۔ بہر صورت، انتظام کاری راہنمائی، قیادت، سلیقہ مندی اور ترتیب کے مفاہیم میں مختلف اوقات میں استعمال ہوتی رہی ہے۔ میکیا ویلی (۱۴۶۹ء تا ۱۵۲۷ء) نے پہلی بار انتظام کاری کے اُصول مرتب کئے تھے لیکن انیسویں صدی میں صنعتی انقلاب کے آنے کے ساتھ انتظام کاری کی اشد ضرورت محسوس کی گئی۔ کارخانوں اور دیگر صنعتی اداروں میں مزوروں کی بڑی تعداد کو مخصوص پیداواری اہداف کے حصول کے لیے تیار کرنا اور انسانی سرمائے سے کام لینا وغیرہ انتظام کاری کے علم کی بنیاد بن گیا۔

دورِ جدید میں انتظام کاری علوم تجارت کی وہ شاخ ہے جس میں ایک طریقہ کار کے تحت لوگوں یا اشیا کو قابو کرنا اور سنبھالنا ہوتا ہے۔ یہ ایک وسیع شعبۂ علم ہے جو انسانی، معاشی اور غیر معاشی سرگرمی کو ایک خاص نہج پر ڈال کر اُن سے مربوط مقصد کے تحت کام لینا ہوتا ہے۔ انتظام کاری سے ملتی جُلتی دیگر اصطلاحات بھی استعمال ہوتی ہیں مثلاً انتظامیہ Administration اور تنظیم سازی Organization جو اس کی ذیلی شاخیں ہیں۔ ہماری تدریسی کتب اور ذرائع ابلاغ میں انہیں بھی انتظام کاری کے متبادل کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے جو کہ درست نہیں۔ اس طرح علمِ انتظام کاری تساہل پسندی کی وجہ سے درسی کتب اور ذرائع ابلاغ میں علمی انتظام کاری کی بیشتر اصطلاحات جوں کا توں استعمال کیا جاتا رہا ہے، حالانکہ اُردو میں یہ تمام اصطلاحات بطور متبادل زمانہ قدیم سے موجود رہی ہیں اور انگریزی اصطلاحات کا محض رسم الخط تبدیل کر کے طلباً کو سکھایا جاتا ہے ۔ اس ضمن میں یہاں صرف ایک مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ پروفیسر خادم حسین نے انتظام کاری کی تعریف اِن الفاظ میں کی ہے۔

''مینجمنٹ کا مفہوم: انگریزی زبان کا لفظ مینجمنٹ اسم Noun ہے جبکہ Manage فعل verb ہے۔ Mange لاطینی زبان کا لفظ 'Manus' سے اخذ کیا گیا ہے جس کا مطلب 'ہاتھ' ہے۔ سولہویں صدی کے آغاز میں Manage کا لفظ جنگی سرگرمیوں کے لیے استعمال ہونا شروع ہو گیا تھا اور اس کا مطلب ''قابو کرنا'' ''اپنے ذمہ لینا'' اور ''ہدایت دینا'' لیا جاتا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ Manage اور Management کو مختلف معنوں میں استعمال کیا گیا۔ مینجمنٹ کا لفظی مطلب ''انتظام'' حکمتِ عملی یا انتظامیہ ہے۔ مینجمنٹ سے مراد دستیاب وسائل کی تنظیم و ترتیب بھی لی جاتا ہے۔ مینجمنٹ کسی ادارے کے وجود کو برقرار رکھنے کے لیے بہت ضروری ہے۔ ادارے کی ترقی کا انحصار موثر مینجمنٹ پر ہوتا ہے۔ مختصراً یہ کہ ہر ایک تجارتی اور غیر تجارتی ادارے کے لیے مینجمنٹ کا کردار بنیادی اہمیت کا حامل ہے''(۱۰)

پاکستان میں علوم تجارت میں سے انتظام کاری ایک آزاد مضمون کے طور پر پڑھایا جاتا ہے۔ مگر انگریزی زبان سے مرغوبیت کی وجہ سے انگریزی اصطلاحات کو اُردو رسم الخط ہی میں رائج کیا جارہا ہے۔ اس عمل سے نہ صرف درس و تدریس کا عمل متاثر ہو جاتا ہے بلکہ عوام اور خواص میں ابلاغ اور ترسیل کے مسائل بھی حائل ہو جاتے ہیں۔ مثلاً انتظام کاری (مینجمنٹ)، نظارت کاری (کنٹرولنگ)، تحرکّ (ماٹویشن)، فاضل اُجرت (اُور ٹائم)، حکمتِ علمی محنت (لیبر پالیسی) درآمدی / برآمدی چونگی (کسٹم ڈیوٹی)، دفتر چونگی (کسٹم ہاؤس)، تفریطی صرف (انڈر کانزمیشن)، زیر دباؤ (انڈر پریشر)، اُتار چڑھاؤ (بُلشس اور مبرش)، احاطہ تحریر (انڈر رائٹنگ)، بیان حلفی (انڈر ٹیکنگ)، بازار حصص (سٹاک ایکسچنج)، حصص (شیرز)، عملہ کاری (سٹافنگ) جزوی معاشیات (مائیکرو اکنامکس)، اور کل معاشیات (میکرو اکنامکس) وغیرہ۔ درحقیقت عوام کا مقصد کاروبار ہوتا ہے۔ تجارت ہوتی ہے اور سوداگری بھی، وہ الفاظ کے بکھیڑوں میں پڑنا نہیں چاہتے۔

جیسا کہ اوپر ذکر آیا ہے کہ انتظامیہ (Administration) اور تنظیم سازی (Organization) دونوں انتظام کاری کی ذیلی شاخیں ہیں، لہٰذا اُن کو انتظام کاری کے متبادل کے طور پر استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ انتظامیہ (Administration) کی اصطلاح بہت پُرانی ہے اور تقریباً تیرھویں صدی عیسوی سے رائج رہی ہے۔ انتظامیہ کا مفہوم کسی کاروبار یا انجمن چلانے کی سرگرمیوں کا ضابطہ کار ہے۔ انتظام کاری کے مقابل میں انتظامیہ کی اصطلاح بہت پُرانی ہے اس لیے انتظامیہ کے بطن سے انتظام کاری پیدا ہوئی ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبیؔ نے ایڈمنیسٹریشن کی صحیح متبادل اصطلاح نظم و نسق یا انتظام کو قرار دیا ہے جبکہ مینجمنٹ کے لیے انتظام و انصرام کی اصطلاح کو درست قرار دیا ہے (۱۱)۔ انتظام کاری اور انتظامیہ کے سنگ Organization کی اصطلاح بھی تجارتی علوم میں بہت زیادہ زیر استعمال ہے جس کے لیے اُردو میں انجمن سازی یا تنظیم سازی کی اصطلاح متبادل کے طور پر موجود ہیں۔

۵۔ تنظیم سازی Organization:

تنظیم سازی سے مراد کسی متعین مقصد کے لیے افراد کے گروہ بننے کا عمل ہوتا ہے گویا لوگوں کی ایک سماجی اور معاشرتی اکائی ہوتی ہے جو مشترک یا باہمی کوشش سے کسی مشترکہ نصب العین کے لیے کام کرے۔ تنظیم سازی کے تصورات جس قدر انتظام کاری اور تجارت میں اہم ہوتے ہیں اُتنا ہی یہ دوسرے سماجی علوم میں بھی کارآمد ہوتے ہیں۔ اس طرح کارپوریشن Corporation کی اصطلاح کے لیے اُردو میں 'تخصیہ' کی آسان اور سہل اصطلاح موجود ہے۔ اس طرح میونسپل کارپوریشن کے لیے 'شہر داری' بھی موجود ہے۔ مگر انگریزی کو علمیت کا خزانہ سمجھنے والوں نے آسان اصطلاحات کو عام کرنے کی کوشش نہیں کی۔ ااس بحث سے یہ اندازہ بخوبی ہو گیا ہو گا کہ اُردو میں تمام نئے اور جدید تجارتی علوم کی اصطلاحات موجود ہیں۔ ایسی بہت کم اصطلاحیں ہیں جن کے اُردو متبادل موجود نہیں ہیں۔ مثلاً کمپیوٹر اور مشینوں کی بعض نئ اصطلاحات۔ جنہیں آسانی اُردو قالب میں ڈھال لینے کے لیے صرف رسم الخط کی تبدیلی کی ضرورت ہوتی ہے۔

۱۹۸۰ءکے بعد عربی ممالک میں اسلامی معاشیات کو متعارف کرایا گیا جس کے بطن سے اسلامی بینکاری پیدا ہو گئ اور بہت دیر بعد سودی نظام کے متوازی نظام منظر عام پر آیا۔ چنانچہ اسلامی مالیات اور اسامی بینکاری کی تمام اصطلاحات عربی سے ماخوذ ہیں لیکن وہ اس قدر آسان ہیں کہ تقریباً تمام اسلامی ممالک میں آسانی سے سمجھا جاتا ہے۔ ان اہم اصطلاحات میں بعض کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

مضاربہ: یہ معاشی اصطلاح ہے جس کا بنیادی تصور نفع ونقصان کی بنیاد پر مشترکہ لین دین کیا جاتا ہے۔

مشارکہ: مشترکہ کاروبار نفع ونقصان اور محنت کی بنیاد پر۔

مرابحہ: قیمتی حکمت عملی پر منحصر لین دین۔

اجارہ: جائیداد اور عمارات کو کرایہ پر دینا۔

اسلامی اقتصادیات، تجارت، بنکاری کی اور انتظام کاری کی یہ تمام اصطلاحات جدید دور کے تمام تصورات اور نظریات سے ہم آہنگ بھی ہیں اور اُن سے مختلف بھی جو ہر طرح کے استحصالی حربوں سے پاک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی بینکاری کا نظریہ علمی تیزی سے فروغ پارہا ہے۔

مجموعی تناظر میں اگر دیکھا جائے تو اُردو میں تجارت علوم کی اصطلاح سازی پر مولوی عبد الحق کے اُصولِ وضع اصطلاح سازی کی گہری چھاپ نظر آتی ہے۔ **مولوی عبد الحق** نے قبولیت اور نظر ثانی کے دو اُصول بنائے تھے جن سے کام لے کر علوم تجارت کی اصطلاح سازی میں سب سے زیادہ فائدہ پہنچا ہے۔ ہر اصطلاح ایک متغیرہ ہوتی ہے اور وقت کے ساتھ بدلتی رہتی ہے۔ اس لیے اصطلاحات پر نظر ثانی کرنا ضروری ہوتا ہے۔ علوم تجارت میں بھی تغیرات آتے رہتے ہیں، لہٰذا اصطلاحات بھی نظر ثانی کی زد میں آتی رہی ہیں۔ ایسے الفاظ واصطلاحیں جو جدید تحقیق کی رُو سے صحیح مفہوم یا عوام کی مختلف فکری جہات کو ادا کرنے سے قاصر ہیں، اُن پر نظر ثانی کر کے اُنھیں عصر رواں کے ہم پلہ بنایا جائے۔ اسی طرح ایسی اصطلاحیں جو موجودہ حالات میں غیر معروف ہو ان کو عوام میں استعمال کی خاطر زیادہ سے زیادہ پھیلائے تو ان میں قبولیت کی خاصیت پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اس دونوں اصولوں کا درست اطلاق عُلوم تجارت کی اصطلاحوں پر زیادہ ہوا ہے۔ ڈاکٹر انعام الحق جاوید نے اسی حوالے درست لکھا ہے:

"یعنی معیار بندی کے مثبت تنائج اُس وقت تک سامنے نہیں آسکتے جب تک یہ اصطلاحات متعلقہ افراد تک پہنچ کر اُن کی روز مرہ زندگی کا جزو نہ بن جائیں"(۱۲)

اصطلاحات سازی کے لیے مجموعی کاوشیں درکار ہوتی ہیں جو کسی ایک ادارے، شخص اور تنظیم کے بس کی بات نہیں۔ ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہان پوری نے اس حوالے سے لکھا ہے کہ:

"اردو میں اصطلاحات پر جو کام اب تک ہوا ہے وہ سب علمی اداروں کے زیر اہتمام ہی انجام نہیں پایا بلکہ کام کا بہت بڑا اور وقیع حصہ اہل علم نے نجی طور پر اور آزادانہ حیثیت میں انجام دیا ہے اور اپنے ہی وسائل سے یا عام تجارتی اشاعتی اداروں کے تعاون سے یا خاص ترقی اردو کے اداروں کے زیر اہتمام شائع کرایا ہے۔"(۱۳)

بہر حال تجارتی علوم کی اُردو میں اصطلاح سازی کے حوالے سے مسائل موجود ہیں۔ اب تک زیادہ تر کام نظری علوم میں ہوا ہے جبکہ اطلاقی علوم یعنی تجارت، سوداگری، انتظام کاری، حسابیات، نظمیات (تنظیم سازی) اور جانچ پڑتال میں اردو اصطلاح سازی کا کام ابھی ناممکن ہے، پروفیسر طارق محمود نے اپنے مضمون، معاشیات تجارت اور بینکاری کی اصطلاحات کے مسائل میں لکھا ہے:

"وضع اصطلاحات کا کام ابھی تک بیشتر اساتذہ نے کیا ہے اور اس کام میں خاص طور پر معاشیات، تجارت اور بینکاری کی اصطلاحیں وضع کرنے میں متعلقہ موضوعات کے پیشہ ور مخصیصین شامل نہیں ہوتے ہیں، اسی کے بغیر اس کام کی افادیت لازماً محدود ہے"(۱۴)

اصطلاح سازی واقعی آج کل کسی ایک فرد یا گروہ کا کام نہیں ہے بلکہ اس میں علما کرام، ماہرین مضمون، زبان دان، ماہر لسانیات، مختلف پیشہ وروں اور ماہرینِ اطلاقی علوم کو مل کر اصطلاح سازی کا کام سرانجام دینا ہوگا۔ پروفیسر طارق محمود کے خیال میں معاشیات ایک نظری علم ہے جبکہ تجارت اور بینکاری اطلاقی اس لحاظ سے اُن کے نزدیک بینکاری کے شعبہ سے وابستہ افراد کی مہارت سے فائدہ اٹھالینا ضروری ہے۔ تجارتی علوم تیزی سے پھیل رہے ہیں جن کے لیے اُردو اصطلاحات سازی پر دوباری نظر ثانی کی ضرورت لاحق ہوئی ہے۔ مولوی عبدالحق کے مطابق ترجمہ شدہ اصطلاحات میں سادگی، یکسانی اور صحت کو ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیے، وہ ترجمہ کے اصول بتاتے ہوئے قائدہ نمبر ۶ میں لکھتے ہیں کہ:

"مروجہ اصطلاحات میں خواہ یورپی ہوں یا ایشیائی کوئی ایسی اصطلاح قائم نہیں رکھنی چاہیے جو کسی شے کی نوعیت یا خاصیت کی نسبت غلط خیال پیدا کرتی ہو۔"(۱۵)

اگر مجموعی لحاظ سے اُردو اصطلاحات سازی کا تجزیہ کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اُردو میں تجارتی علوم کے لیے اصطلاحات کا ایک وسیع ذخیرہ وجود میں آچکا ہے لیکن اب عملی اقدامات اُٹھانے کی ضرورت ہے اگر اردو زبان کے عملی نفاذ کا اقدام اٹھایا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ اُردو میں تجارتی علوم کی اصطلاحات رائج کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں آئے گی۔ جب تک اردو میں تجارتی اصطلاحات کو رائج نہ کیا جائے اس وقت تک ہماری اقتصادی ترقی محض ایک خواب رہے گی۔

حوالہ جات

۱۔ خادم حسین، اُصول بینکاری، (لاہور: نوید پبلی کیشنز، س ن)، ص ۹

۲۔ صفدر علی، پروفیسر، اُردو لسانیات (لاہور: فاروق سنز، س ن)، ص ۴۵۴

۳۔ عطش دُرانی، ڈاکٹر، اُردو اصطلاحات سازی (اسلام آباد: انجمن شرقیہ علمیہ ۱۹۹۳ء)، ص ۳۸۱

۴۔ خادم حسین، اُصولِ تجارت، (لاہور: نوید پبلی کیشنز، س ن) ص ۱۳، ۱۲

۵۔ ایضاً ص ۲۰

۶۔ ایضاً ص ۲۲

۷۔ ایضاً ص ۲۷

۸۔ سلیم اختر، ڈاکٹر (مرتب)، اُردو اصطلاحات سازی، تاریخ، مسائل، مباحث، (لاہور: مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، ۱۹۹۳ء)، ص ۱۱۱ تا ۱۱۲

۹۔ وحید الدین سلیم، وضع اصطلاحات، (نئی دہلی: ترقی اُردو بیورو، ۱۹۰۲ء)، ص ۱۹

۱۰۔ خادم حسین، پروفیسر، اصولِ تجارت و مینجمنٹ، (لاہور: نوید پبلیکیشنز، س ن)، ص ۳۴۰

۱۱۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر (مرتب)، فرہنگِ اصطلاحاتِ جامعہ عثمانیہ، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۱ء)، ص ۲۵۳

۱۲۔ انعام الحق جاوید، ڈاکٹر، تنقیدی و تحقیقی مضامین، (لاہور: الفیصل ناشران، ۲۰۱۷)، ص ۱۳۴

۱۳۔ ابُو سلمان شاہجہانپوری، اُردو اصطلاحات سازی، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۴)، ص ۱۱

۱۴۔ سلیم اختر، ڈاکٹر (مرتب)، اُردو اصطلاحات سازی، تاریخ، مسائل، مباحث، (لاہور: مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، ۱۹۹۳ء)، ص۱۶۶

۱۵۔ ایضاً ص۱۸۰